UNIVERSAL LIBRARY
OU_188031
UNIVERSAL LIBRARY

سلسلۂ مطبوعات کتب خانہ مسجد چوک
نمبر (۳)

یوروپین شعرائے اردو

1969

(یعنی)

انگریز، فرانسیسی اور پرتگیزی شعرائے اردو کے صحیح حالات اور اُن کے منتخب اردو کلام کے نمونے

(مؤلفہ)

مولوی محمد سردار علی صاحب

مؤلف مصنفین اردو۔ تاریخ تصوف و آثار حیدرآباد

(باہتمام)

غلام محمد
معتمد مجلس انتظامی کتب خانہ مسجد چوک

نظام دکن پریس حیدرآباد دکن میں چھپا

سنہ ۱۳۴۴ھ

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

۱۴۹۸ء میں سب سے پہلے اہل یورپ نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا یہ لوگ حکومت اور ملک گیری کے شوق و ہوس میں نہیں بلکہ تجارت اور روپیہ پیدا کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے یوروپین اقوام میں سب سے پہلے پرتگیز ہندوستان آئے پہلا یوروپین شخص جس نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا وہ واسکوڈی گاما تھا جس کا جہاز اگست ۱۴۹۸ء میں ساحل کالیکٹ پہنچا پرتگیزوں نے ہندوستان آکر تجارت کے ساتھ ساتھ مذہبی تبلیغ بھی شروع کی اور رفتہ رفتہ بہت بڑا اقتدار حاصل کیا اور تھوڑی مدت میں ایک عظیم الشان تجارتی قوت قائم کرلی۔

اس کے بعد پرتگیزوں نے اپنی تجارتی قوت و اقتدار کے بل پر طرح طرح کے مظالم شروع کردئے ان کے ہولناک مظالم کا ذکر تاریخ کے صفحات میں موجود ہے ان کی طوفان بے تمیزی سے ساری قوم بدنام ہوگئی۔

پرتگیزوں کی حکومت ہندوستان میں کچھ عرصہ تک شباب پر رہی اس کے بعد اس کا خاتمہ ہوگیا ظالم حکومت کا جو انجام ہونا چاہیئے وہی ہوا پرتگیزوں کی حکومت و اقتدار جاتا رہا لیکن ہندوستان میں ان کے بعض آثار باقی رہ گئے اور اب تک باقی و قایم ہیں ان کی سب سے بڑی یادگار وہ ہے جو وہ ہندوستان کی زبانوں پر چھوڑ گئے ہیں۔

ہندوستان کے ان مقامات میں جہاں یوروپین آبادیاں تھیں وہاں دیسیوں کے ساتھ معاملات، کاروبار اور بات چیت میں ایک دوسرے کو اپنا مافی الضمیر سمجھانے کے لئے یوروپین باشندوں کو کچھ نہ کچھ دیسی زبان

سیکھنی پڑتی تھی، اس وقت ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کی عام اور مشترک زبان بنگالی تھی اس میل جول کے سبب بنگالی مرہٹی، آسامی اور ہندوستانی زبانوں نے پرتگالی اثر قبول کیا (یہاں بحث صرف اُردو زبان سے ہے) اور بہت سے اصل پرتگالی الفاظ اردو میں شامل ہو گئے۔ فرانسیسی اور ڈچ زبانوں کا اُردو زبان پر بھی خفیف اثر پڑا، پرتگالی، فرانسیسی اور ڈچ قوموں کے بعد انگریز ہندوستان میں آئے اور ایسے آئے کہ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان کے مالک ہو گئے۔

یوروپین اور دیسی باشندوں کے میل ملاپ کے باعث یوروپین اشخاص کو دیسی زبان سیکھنے کی ضرورت پڑی، زبان کی تحصیل کے بعد ان کو اس زبان میں کتابیں لکھنے کا شوق پیدا ہوا ابتدائی یوروپین مصنفین کی اُردو تصانیف و تالیفات کی اگرچہ ادبی لحاظ سے کوئی وقعت نہیں لیکن تاریخی لحاظ سے وہ ضرور قابل لحاظ ہیں۔

سترھویں صدی کے یوروپین سیاحوں نے اپنے سفرناموں اور خطوط میں اُردو زبان کا ذکر کیا ہے لیکن اٹھارویں صدی سے یوروپینوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ کی، ہندوستانی صرف نحو پر سب سے پہلے جان جوشوا کٹلر نے ایک کتاب لکھی جو ڈیوڈ مل نے سنہ ۱۷۴۳ء میں شائع کی اس کا سنہ تالیف سنہ ۱۷۱۵ء ہے یہ شخص ولندیزوں کی جانب سے شاہ عالم (سنہ ۱۷۰۷ء سنہ ۱۷۱۲ء) اور جہاندار شاہ (سنہ ۱۷۱۲ء) کے دربار میں بھیجا گیا تھا۔

کٹلر کی صرف نحو کی اشاعت کے ایک سال بعد شنری شلیز نے کی اُردو صرف نحو سنہ ۱۷۴۴ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی اس کے بعد سنہ ۱۷۷۲ء میں ہیڈلے نے اُردو کی صرف نحو شائع کی ایک اور یوروپین نے اردو الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ لکھی جس میں ایک دوسرے کے مقابل میں مترادف لفظ دکھائے۔

اس کے بعد سے یوروپین مصنفین کا دوسرا دور شروع ہوا اور صرف نحو سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد وہ دوسرے طرف متوجہ ہوئے سنہ ۱۷۷۳ء میں فرگسن نے ہندوستانی زبان کی ایک لغت لکھی سنہ ۱۷۸۷ء کے بعد سے اردو کے بہت بڑے محسن ڈاکٹر گلگرائسٹ کے تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا ڈاکٹر صاحب موصوف نے اردو زبان پر بہت سی قابل قدر کتابیں لکھی جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) انگریزی ہندوستانی لغت طبع کلکتہ ۱۷۹۶ء
(۲) ہندوستانی، انگریزی کی فرہنگ اور شروع میں انگریزی صرف نحو پر ایک مقدمہ اس کا دوسرا اڈیشن اضافہ و ترمیم کے ساتھ ۱۸۱۰ء میں اڈنبرا سے شائع ہوا۔
(۳) مشرقی زباندان جس میں زبان کے ابتدائی مسائل بشمول انگریزی ہندوستانی و ہندوستانی انگریزی لغت۔ طبع کلکتہ ۱۷۹۸ء۔
(۴) مذکورۂ بالا کتاب کا خلاصہ مع بعض اضافوں کے۔ طبع کلکتہ ۱۸۰۰ء
(۵) فارسی فعل کا جدید نظریہ مع ہندوستانی مترادفات کے۔ طبع کلکتہ ۱۸۰۱ء۔
(۶) رہنمائے زبان اردو۔ طبع کلکتہ ۱۸۰۲ء۔
(۷) اتالیق ہندی۔ طبع کلکتہ ۱۸۰۳ء۔
(۸) ہندی، عربی آئینہ (یعنی ایسے عربی الفاظ کی جدولیں جن کا ہندوستانی زبان سے خاص تعلق ہے طبع کلکتہ ۱۸۰۴ء۔
(۹) مکالمۂ انگریزی، ہندوستانی۔ طبع لندن ۱۸۲۰ء۔
(۱۰) قصص مشرقی۔ قدیم حکایات و قصص کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں۔ طبع کلکتہ ۱۸۰۳ء

یوروپین مصنفین نے لغت نویسی کی طرف بھی خاص توجہ کی، اس سلسلہ میں بعض اچھے لغات لکھے گئے گلیڈون نے فارسی و ہندوستانی زبان کی ایک لغت لکھی جو بمقام کلکتہ ۱۸۰۹ء میں طبع ہوئی مسٹر جان شکسپیر کی ایک اردو لغت ۱۸۱۷ء میں طبع ہوئی، ڈنکن فوربس کی ہندوستانی لغت ۱۸۴۸ء میں بمقام لندن چھپی۔ برٹرینڈ نامی ایک فرانسیسی نے بھی ایک اردو لغت لکھی جو ۱۸۵۸ء میں پیرس میں طبع ہوئی، کلیپٹ نے بھی ایک لغت لکھی، براٹس کی لغت ۱۸۶۴ء میں لندن میں چھپی، اسی زمانہ میں ڈاکٹر فیلن نے اردو کی کئی لغات لکھیں اُن کی ہندوستانی انگریزی لغت بہت مشہور ہے اہلِ زبان کی مشہور ایک دو لغت بھی ڈاکٹر فیلن کی لغت سے ماخوذ ہیں۔

اردو زبان کا عاشق اور اردو ادب و تاریخ کا سب سے بڑا یوروپین ماہر ایک فرانسیسی ہے جو عالم

گارسن دتاسی ہے اگرچہ وہ ہندوستان کی کئی زبانیں جانتا تھا لیکن اردو زبان سے اس کو عشق تھا ہر جگہ اور ہر مجلس میں وہ اُردو کی تعریف کیا کرتا، اردو زبان میں نہایت فخر کے ساتھ خط و کتابت کرتا تھا اس کے اردو خطوط اب تک پیرس کی نیشنل لائبریری میں محفوظ ہیں۔ گارسن دتاسی جب ہندوستان سے فرانس کو واپس گیا تو اس نے وہاں بھی اُردو کو فراموش نہیں کیا وہاں ہر سال اردو علم و ادب کے ارتقا و تاریخ پر لکچر دیا کرتا تھا یہ لکچر بہت دلچسپ اور پُر از معلومات ہیں[1] اس نے بہت سی اردو کتابوں کے ترجمے فرانسیسی زبان میں شائع کئے اور اپنے ملک و قوم کو اردو تصانیف سے روشناس کرایا اس کے تصنیفات و تالیفات کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض کتابیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) انتخاب از گل بکاؤلی مع ترجمہ مطبوعہ پیرس ۱۸۳۵ء۔

(۲) سبق آموز قصے نظمیں اور گیت ترجمہ از عربی فارسی اردو، ترکی مطبوعہ پیرس ۱۸۷۶ء۔

(۳) ایک ہندوستانی ڈراما کا انتخاب پیرس ۱۸۵۸ء۔

(۴) اردو زبان کا ابتدائی رسالہ۔ پیرس ۱۸۳۳ء۔

(۵) ہندوستان کے مقبول گیت۔ پیرس ۱۸۵۴ء۔

(۶) منسوخ آیات قرآن۔ پیرس ۱۸۴۴ء۔

(۷) انتخابات از اُردو ہندی۔ پیرس ۱۸۵۸ء۔

(۸) مسٹر ڈلرس کی فارسی سنسکرت اور زندگی کمپیرٹیو اسٹڈی۔ پیرس ۱۸۵۱ء۔

(۹) ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۹ء کے درمیان اُردو ادب کی ترقی پر تبصرہ۔ پیرس ۱۸۷۴ء۔

(۱۰) ۱۸۷۰ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان اُردو ادب کی ترقی پر تبصرہ۔ پیرس ۱۸۸۰ء۔

(۱۱) مسلمانوں کی مذہبی و فلسفیانہ شاعری ماخوذ از منطق الطیر مولفہ حضرت فریدالدین عطار۔ پیرس ۱۸۵۰ء۔

---

[1] ان لکچروں کا اُردو ترجمہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد۔ نے نواب نواب مسعود جنگ بہادر کرا کر اپنے سہ ماہی رسالہ اردو میں شائع کیا ہے یہ بہت قابل قدر چیز ہے۔

(۱۲) مسلمانوں کا علم بلاغت ماخوذ از حدائق البلاغت۔ پیرس ۱۸۴۴ء۔

(۱۳) انتخاب از بوستان شیخ سعدیؒ۔ پیرس ۱۸۵۲ء

(۱۴) فسانۂ شکنتلا ماخوذ از مہابھارت۔ پیرس ۱۸۵۲ء۔

(۱۵) اُردو مؤلفین و مصنفین کے حالات اور ان کی تصنیفات کا ذکر۔ پیرس ۱۸۶۸ء۔

(۱۶) اسماء و القاب اہل اسلام۔ پیرس ۱۸۵۴ء۔

(۱۷) ذکر تذکرہ جات مشتمل بر حالات شعراء و مصنفین ہندی اردو۔ پیرس ۱۸۳۸ء۔

(۱۸) نظر بر انوار سہیلی۔ پیرس ۱۸۳۷ء۔

(۱۹) ذکر کتبہ جات عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ پیرس ۱۸۳۸ء۔

(۲۰) ہندوؤں کے ان کہانیوں کا حال جن کا پتہ اردو کتابوں سے ملتا ہے۔ پیرس ۱۸۳۴ء۔

(۲۱) مسلمانان شرق کا علم عروض (خصوصاً عربی۔ فارسی۔ اردو) پیرس ۱۸۳۴ء

(۲۲) مسلمانان شرق کا علم عروض و بلاغت۔ پیرس ۱۸۴۷ء۔

(۲۳) ہندی کا ابتدائی رسالہ

(۲۴) سعدی دکھنی ہندوستان کا ایک مشہور شاعر۔ ۱۸۴۳ء۔

(۲۵) فلسفۂ مذہب اسلام و قرآن و عقائد و اعمال پر بحث۔ پیرس ۱۸۷۴ء۔

(۲۶) تاریخ شیر شاہی کے ایک باب کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۶۵ء۔

(۲۷) آثار الصناوید کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۵۲ء

(۲۸) فلسفۂ حیدری مسکین کی نظموں کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۴۵ء۔

(۲۹) ترجمہ و انتخاب اخوان الصفاء۔ پیرس ۱۸۶۴ء۔

(۳۰) مذہب اسلام کے عقائد ماخوذ از قرآن۔ پیرس ۱۸۲۶ء

(۳۱) انتخاب کلام میر تقی میر مع ترجمہ۔ پیرس ۱۸۲۶ء۔

(۳۲) ترجمہ تشریح قوانین اہل اسلام۔ پیرس ۱۸۲۲ء

(۳۳) پند آموز قصّوں کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۲۱ء
(۳۴) ترجمہ قصّہ کامروپ مؤلفہ تحسین الدین۔ پیرس ۱۸۳۴ء
(۳۵) عہدِ آہنی کی مدت۔ وشنو داس کی ایک ہندی کتاب کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۵۲ء
(۳۶) انتخاب کلام ولی مع ترجمہ۔ پیرس ۱۸۳۶ء

تاسی کی بہترین تالیف "تذکرۂ شعرائے اُردو" ہے جو دو ضخیم جلدوں میں بزبان فرنچ پیرس سے ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا ہے اس کے بعد مؤلف نے نظرِ ثانی کر کے ۱۸۷۰ء میں اس کا ایک دوسرا ترمیم شدہ اڈیشن تین جلدوں میں شائع کیا ہے اور اردو ہندی کی تاریخ اور اصنافِ سخن پر ایک طویل اور جامع مقدمہ لکھا ہے اس میں تقریباً تین ہزار اردو ہندی شعرا اور مصنفین کے حالات ہیں۔

انگریزوں نے اردو زبان پر یہ احسانِ عظیم کیا کہ ہندوستان کے سول اور فوجی یورپین عہدہ داروں کی مشرقی زبانوں کی تعلیم کے لئے مارکوئس آف ویلزلی گورنر جنرل ہندوستان کی سرپرستی میں بمقام فورٹ ولیم کلکتہ ایک کالج قایم کیا۔ ڈاکٹر گلکرائسٹ اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنا فرض اس سرگرمی کے ساتھ ادا کیا کہ اُردو زبان کو ہمیشہ کے لئے اپنا ممنونِ احسان بنالیا۔

انگریزوں کا اردو پر یہ احسان بھی کیا کم ہے کہ ۱۸۳۶ء میں جب فارسی زبان سرکاری دفاتر سے متروک ہوگئی تو اس کی جانشینی کے لئے اردو زبان کو منتخب کیا گیا حکومت کی نظر میں ہندوستان کی زبانوں میں سوائے اردو کے کوئی دوسری زبان اس قابل نہیں سمجھی گئی کہ سرکاری دفاتر کی زبان بن سکے عدالت صدر دیوانی سے حکم نافذ کیا گیا کہ اس کی تمام ماتحت عدالتوں میں اردو زبان کو رواج دیا جائے اُردو تصانیف پر انعامات مقرر ہوے مدارس میں اردو کی تعلیم شروع کی گئی۔ اُردو زبان کے ساتھ انگریزوں کی دلچسپی اس واقعہ سے بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آج سے تقریباً پچاس ساٹھ سال پیشتر جو اُردو اخبارات صوبۂ متحدہ اور پنجاب میں شائع ہوتے تھے نصف یا تہائی کے قریب ان کے خریدار انگریز ہوتے تھے برخلاف اس کے آج شاذ و نادر ہی کوئی انگریز اردو اخبار کا خریدار ہوگا۔

خود ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرہ ہند کو بھی اُردو سیکھنے کا شوق ہوا آگرہ کے مولوی برکت اللہ صاحب مرحوم

ملکہ کو اردو پڑھانے کے لئے لندن بھیجے گئے ملکہ نے تھوڑے عرصہ میں اس قدر اُردو سیکھ لی کہ آپ اپنا روزنامچہ اُردو میں لکھا کرتی تھیں۔

یہاں تک تو شعرائے اُردو کا تذکرہ تھا نظم کے متعلق باوجود کوشش و تحقیق کے اس بات کا پتہ نہیں چل سکا کہ اہل یورپ میں اُردو کا سب سے پہلا شاعر کون ہے لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں اہل یورپ میں اردو شعر گوئی کا مذاق پیدا ہو گیا تھا چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان میں اُردو شاعری شباب پر تھی گھر گھر شعر و سخن کے چرچے تھے جا بجا مشاعرے ہوا کرتے تھے، اہل یورپ اور ہندوستانیوں میں مخلصانہ تعلقات کے قیام کے باعث اکثر اہل یورپ مسلمانوں کی مجلسوں اور صحبتوں میں شریک رہا کرتے تھے ان باتوں نے ان میں شعر و شاعری کا مذاق پیدا کر دیا اور غالباً اسی طرح اہل یورپ کو اُردو شعر گوئی کی ترغیب ہوئی اور انھوں نے شعر کہنا شروع کیا۔

اب تک یوروپین شعرائے اُردو کے متعلق کوئی خاص تذکرہ نہیں لکھا گیا عام شعرائے اردو کے جس قدر تذکرے ہیں ان میں یوروپین شعرائے اُردو کے کچھ کچھ حالات ملتے ہیں لیکن کسی تذکرے سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اہل یورپ میں سب سے پہلے کس نے اردو میں شعر کہا۔ عام شعرائے اُردو کے تذکروں میں صرف دس بارہ یوروپین شعرائے اردو کے نام ملتے ہیں جن میں بعض خالص یوروپین نہیں تو یوریشین النسل ضرور ہیں۔

مجھے اس تذکرہ کی تالیف و ترتیب کے لئے تقریباً ستر اسی شعرائے اُردو کے قلمی و مطبوعہ تذکروں کی ورق گردانی کرنی پڑی بہت سے تذکروں میں کسی یوروپین شاعر کا ایک آدھ نام بھی نہ ملا بعض تذکروں میں صرف دو تین نام ملے اور حالات کا تو بالکل پتہ نہیں چل سکا نمونہ کلام کے صرف ایک دو شعر لکھے نظر آئے حتیٰ کہ بعض صاحب دیوان شعرا کے حالات بھی ایک دو سطر سے زیادہ نہ ملے اُردو تذکروں کے علاوہ انگریزی تاریخوں اور انگریزی رسالوں سے ان شعراء کے حالات فراہم کئے گئے ہیں غرض بڑی کوشش اور عرق ریزی کے ساتھ ایک ایک پھول چن کر یہ گلدستہ تیار کر کے ارباب نظر اور اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اگر ارباب علم نے نئی چیز سمجھ کر اس کی قدر کی تو

اس کو پسند فرمایا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تذکرہ اپنی قسم کا پہلا تذکرہ ہے آج تک اُردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جن کتابوں اور رسالوں سے اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں مدد لی گئی ہے اُن کی فہرست بھی درج کر دی گئی ہے فقط

خاکسار

محمد سردار علی

کتب خانۂ مسجد چوک
حیدرآباد دکن
مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۴۴ھ

ماخذ تالیف

اس تذکرہ کی ترتیب و تالیف میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:۔

(۱) **تذکرۂ شعرائے اردو** مؤلفہ گارسن دتاسی (بزبان فرنچ) تاسی نے شعرائے اُردو کا یہ تذکرہ پیرس سے ۱۸۳۹ء میں دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا اس کے بعد ۱۸۷۰ء میں نظر ثانی کرکے مؤلف نے مزید شعراء کے حالات اضافہ کئے اور اس کا دوسرا اڈیشن تین ضخیم جلدوں میں ۱۸۷۰ء میں پیرس سے شائع کیا۔ اس کے شروع میں اُردو ہندی کی تاریخ اور اصناف سخن پر ایک طویل اور محققانہ مقدمہ لکھا ہے اس تذکرہ میں تین ہزار اُردو ہندی شعراء کے حالات ہیں جس میں ۲۵۰ ہندی کے اور بقیہ ۲۷۵۰ اُردو شعراء کے ثانی الذکر تعداد میں ۲۲۰۰ مسلمان شعراء ہیں۔

(۲) **طبقات الشعراء** مؤلفہ منشی کریم الدین۔ مسٹر ایف فیلن مشہور لغت نویس نے گارسن دتاسی کے فرانسیسی تذکرہ کا انگریزی میں خلاصہ کے طور پر ترجمہ کیا تھا منشی کریم الدین نے اس کا اُردو ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۴۸ء میں بمقام دہلی چھپا ہے۔

(۳) **گلشن بیخار** مؤلفہ نواب محمد مصطفیٰ خان شیفتہ۔ اس کا سن تالیف ۱۲۴۸ھ ہے اُردو شعراء کے حالات فارسی زبان میں لکھے ہیں اس میں تقریباً ۶ سو اُردو شعراء کا حال اور ان کے کلام کا انتخاب ہے صفحات ۲۷۲ ہیں۔

(۴) **سخن شعراء** مؤلفہ عبدالغفور خان نساخ۔ زمانہ حال کا بہت عمدہ تذکرہ ہے سن تالیف ۱۲۹۱ھ ہجری ہے ۶۰۲ صفحات ہیں۔

(۵) **خمخانۂ جاوید یا تذکرۂ ہزار داستان** مؤلفہ لالہ سری رام ایم اے دہلوی یہ اُردو کے شعراء ماضی و حال کا مکمل تذکرہ ہے۔ ابتک اس کی تین ضخیم جلدیں شائع ہوئی ہیں تیسری جلد ردیف رلسنہ منقوطہ پر ختم ہوئی ہے تیسری جلد کا سن طبع ۱۹۱۰ء ہے۔

(۶) **انتخاب یادگار** مؤلفہ منشی امیر احمد مینائی آمیر۔ اس کا سن تالیف ۱۲۹۰ھ ہے نواب کلب علیخان والی ریاست رامپور کی فرمایش سے یہ تذکرہ لکھا گیا ہے اس میں صرف اُن شعرائے اردو کا ذکر ہے جن کا وطن ریاست رامپور ہے یا اس ریاست سے متوسل رہے ہیں۔

(۷) **یادگار ضیغم** مؤلفہ محمد عبداللہ خان ضیغم۔ اس کا سن تالیف ۱۳۰۲ھ ہجری ہے اس میں مؤلف نے اُن شعراء کا تذکرہ لکھا ہے جو ۱۳۰۲ھ میں زندہ تھے یہ تذکرہ ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے

(۸) **تذکرۂ فرح بخش** مؤلفہ نواب یار محمد خاں خلف نواب فوجدار محمد خان رئیس بھوپال۔ اس کا سن تالیف ۱۲۵۸ھ ہے اس مختصر تذکرہ میں ان شعرائے اُردو کا ذکر ہے جو ریاست بھوپال میں رہتے تھے یا جن کا توسل اس ریاست سے تھا صفحات ۸۰ ہیں۔

(۹) **عمدۃ المنتخبہ** مؤلفہ نواب میر محمد خان سرور۔ یہ نہایت ضخیم تذکرہ ہے اس کا سن تالیف ۱۲۴۲ھ ہجری ہے اس میں تقریباً بارہ سو اردو شعراء کے حالات ہیں یہ تذکرہ قلمی ہے۔

(۱۰) **خطبات گارسن دتاسی**۔ گارسن دتاسی کے لکچرز جو بمقام پیرس اردو زبان کی تاریخ پر ۱۸۵۴ء میں دئے گئے تھے اور جس کا اُردو ترجمہ انجمن ترقی اُردو نے نواب مسعود جنگ بہادر سے کرا کر اپنے رسالہ اُردو میں شائع کیا ہے۔

(۱۱) **انتخاب دواوین** مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی۔

(۱۲) **نیو اورینٹ لاہور**۔ رسالہ انگریزی جلد ۱ نمبر ۲ بابتہ فروری ۱۹۲۵ء۔

(۱۳) **مخزن**۔ بابتہ مارچ ۱۹۰۹ء طبع دہلی۔

(۱۴) **فہرست کتب خانہ شاہ اودہ** مرتبہ ڈاکٹر اسپرنگر جلد اول۔

(۱۵) **جرنل آف انڈین ہسٹری**۔ مطبوعہ الہ آباد جلد ا ول حصۂ دوم (انگریزی) جلد سوم حصۂ دوم

(۱۶) **گلستان بیخزاں** ملقب بہ نغمۂ عندلیب مؤلفہ حکیم قطب الدین خان باطن دہلوی۔

(۱۷) **سراپا سخن** مؤلفہ سید محسن علی بیخود۔

(۱۸) **رسالۂ اُردو اورنگ آباد** جلد چہارم حصہ سیزدہم و پانزدہم بابتہ ۱۹۲۴ء۔

(۱۹) **رسالہ معارف اعظم گڑھ**۔ جلد دہم عدد دوم بابتہ ۱۹۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپین شعرائے اردو

آزاد الکزینڈر ہیڈرلی (Alexender Hederley) نام آزاد تخلص باپ کا نام جیمس ہیڈرلی تھا۔ ان کے خاندان کے حالات کا پتہ نہیں چل سکا البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ انیسویں صدی کے اوائل میں دہلی آئے تھے۔ الکزینڈر ہیڈرلی کے باپ نے مسلمان عورت سے شادی کی تھی جس کے باعث ہندوستانی طرز معاشرت اختیار کی۔ آزاد کی پرورش و تربیت بھی اہل اسلام کے طرز پر ہوی تھی اور مسلمانوں کی صحبت نے ان میں شعر و سخن کا ذوق پیدا کر دیا تھا۔ آزاد اٹھارہ سال کی عمر میں شعر کہنے لگے چونکہ فطرتاً ان کو شاعری کا مذاق تھا اس لئے بہت جلد ان کے کلام کا شہرہ ہو گیا۔ بہت سے بذلہ سنج احباب کا ان کے پاس مجمع رہا کرتا تھا۔ آزاد نواب زین العابدین خان عارف[1] دہلوی کے شاگرد تھے اور کبھی کبھی مرزا غالب سے بھی بذریعہ خط و کتابت اصلاح لیا کرتے تھے آزاد نے اپنے استاد عارف کی تعریف میں ایک قصیدہ اور ماتم میں ایک مرثیہ مع تاریخ وفات لکھا ہے جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

آزاد کو فن طب میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی اور بالخصوص امراض کہنہ کے علاج میں بہت مشہور تھے۔ کہتے ہیں کہ مریضوں کو دوائیں بھی اپنے پاس سے مفت دیا کرتے تھے کبھی کبھی

---

[1] نواب زین العابدین خان عارف دہلوی خلف نواب غلام حسین خان تخلص سرور شاگرد شاہ نصیر مرزا غالب ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں انتقال کیا۔ صاحب دیوان ہیں۔

ان کی فیاضی اور اولوالعزمی کی شہرت دور دور تک پہنچی تھی اس فیاضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد کا تمام سرمایہ ختم ہوگیا اور مجبوراً ان کو ملازمت اختیار کرنی پڑی ریاست الور میں ان کو توپ خانہ کی کپتانی مل گئی۔ لیکن ملازمت اختیار کرنے کے ایک سال کے اندر ہی عین عالم شباب میں وفات پائی۔ تاریخ وفات ۲۷ جولائی ۱۸۶۱ء ۱۲۷۸ھ ہے۔ آزاد نے ۳۲ برس کی عمر میں انتقال کیا اس حساب سے سن ولادت ۱۸۲۹ء ہونا چاہئے۔

چونکہ آزاد فطرتاً ذوق شاعری اور ہمہ گیر طبیعت رکھتے تھے اس لئے انھوں نے ہر صنف کلام پر خوب طبع آزمائی کی ہے آپ کے کلام میں مضامین کی لطافت، الفاظ کی بندش محاورات کی ترکیب قابل داد ہے آپ تشبیہیں اور استعارے بالکل نئے طریق پر استعمال کرتے ہیں۔ زبان بالکل صاف۔ روانی بیان پختہ کار شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

الگزینڈر ہیڈرلی آزاد کے سوا کبھی کبھی الک بھی تخلص استعمال کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ الک الگزینڈر کا مخفف ہے۔

آزاد کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی نے جو ریاست بھرت پور میں ڈپٹی تھے اپنے بھائی آزاد کے عزیز دوست میر شوکت علی فتحپوری کی مدد سے آزاد کا کلام جمع کر کے دیوان ترتیب دیا اور ۱۸۶۳ء ۱۲۷۹ھ میں مطبع احمدی آگرہ میں طبع کرا کر شائع کیا۔ دیوان میں دو دیباچے ہیں ایک فارسی دوسرا اردو۔ اول الذکر دیباچہ منشی شوکت علی صاحب فتحپوری نے لکھا ہے اور ثانی الذکر مختصر دیباچہ آزاد کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی نے لکھا ہے دیباچہ کی زبان بہت صاف ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آزاد کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی بھی اردو کے اچھے انشا پرداز تھے۔

آزاد کے دیوان میں قصائد۔ غزلیات منظوم خطوط۔ تاریخی قطعات اور تضمین ہیں اور صفحے ۱۷۵ ہیں۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

زہے وحدت وہی دیر و حرم میں جلوہ آرا ہے ازل سے محو ہوں جس کے جمال حیرت افزا کا

میری صورت سب کہے دیتی ہے میرا راز دل — میرے تیور دیکھ کر وہ مجھ سے بدظن ہو گیا
سوزش دل نے الٰہی کونسی کی تھی کمی — جو جلانے کو مرے داغ جگر پیدا ہوا
تمام عمر رہا میں سبھوں سے بیگانہ — رہا میں اس پہ بھی غربت میں گو وطن میں رہا
حریص مایۂ ہستی تھا کس قدر آزاد — تمام عمر تلاش مئے کہن میں رہا
صبح تک سب جاگتے ہیں شب کو سو سکتا ہے کون — نالۂ پرشور سے ہی میرے گھر گھر رت جگا
بزم میں اٹھتے ہی ان کے روئے روشن سے نقاب — جام مے سورج بنا مہتاب مینا بن گیا
• آتا ہے نظر خانۂ صیاد گلستاں — جانے کا کہاں قصد کریں ہو کے رہا ہم
ہنگام سحر بادہ گساری کا مزہ ہے — اوقات کریں اپنی تلف بہر دعا ہم
میں نہ کہتا تھا کہ دیگا صاف یہ منہ پر جواب — دیکھنا تم دیکھنا مت انجمن میں آئینہ

عیاں ہے سب میں کہاں ہے مخفی کب اس کا جلوہ نقاب میں ہے۔
قصور اپنی نگاہ کا ہے وگرنہ کب وہ حجاب میں ہے

نہ دے جو بوسۂ گیسو نہ دے جواب تو دے — بلا سے جو تجھے دینا ہو دے شتاب تو دے
اس نے اس طرح یکایک جو بگاڑی ہم سے — کچھ نہ کچھ بات رقیبوں نے بنائی ہوگی
اے اہل دید دیکھ لو آنکھوں سے کیا ہے آج — میں کیا کہوں کہ دہر میں کیا ہو رہا ہے آج
اے بے کسی کٹے گی مری عمر کس طرح — جو میرا جاں نواز تھا سو مر گیا ہے آج
اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت — وہ غم میں مجھ کو چھوڑ کے تنہا چلا ہے آج
کب دیکھ کے ڈرتے ہیں تری زلف دوتا ہم — گر ایک بلا وہ ہے تو ہیں ایک بلا ہم
تقدیر پہ شاکر رہے راضی برضا ہم — اب کس کی شکایت کریں اور کس کا گلا ہم
محفل سے تری اٹھائیں گے ہم — یوں غیر کا دل بٹھائیں گے ہم
ہو کے خاک عالم میں تیرے کشتگاں پھرنے لگے — مصر میں جیسے غبار کارواں پھرنے لگے
ہم ازل سے ہیں کسی کی آستاں کے جبہ ساں — ڈر نہیں ہم سے اگر اب آسماں پھرنے لگے

بارے خدا کے ہاں بھی تکلف قبول ہے　بیل فلک پہ ڈالی تاروں کی جھول ہے
پانی کے بدلے پیتا ہوں تو رائے سرشک　کھانا پسند غیر جراحت نہیں مجھے
پھرتا ہوں تنگنائے جہاں میں چھپا چھپا　طالع سے رستخیز کے طاقت نہیں مجھے
کیا خاک اٹھتا ہو کہ جینے سے سیر ہوں　بے وجہ ترک فکر معیشت نہیں مجھے
جس قدر روتے گئے دونا ہوا سوز جگر　آب اشک چشم گریاں اس پہ روغن ہو گیا
میکشی میں سخت مشکل ہے چھپانا راز کا　رنگ شاہد ہے شکست توبہ کی آواز کا
گریزاں کفر و دیں سے ہم رہے آزاد عالم میں　نہ پہنچی ہاتھ تک تسبیح اور زنار گردن تک
جب سے پایا دشمنوں نے پاؤں کا میرے سراغ　سر کے بل جاتا ہوں تب کوئے جاناں کی طرف
کیا لطف ہے بے لطف ہو گر عیش تمہارا　محفل میں اگر مجھ سے نہ شرماؤ تو آؤں
کیا گھر میں تمہارے در و دیوار کو دیکھوں　تم اپنی جو صورت مجھے دکھلاؤ تو آؤں
آج دشمن اگر خراب نہیں　کیا زمانے میں انقلاب نہیں
عقل سے باہر ہے میری تیرہ بختی کا بیاں　سنگ موسیٰ ہوا گر لوں سنگ مرمر ہاتھ میں
تیرے دیوانے کے پیچھے کیا ہے لڑکوں کا ہجوم　کچھ ہیں پتھر جھولیوں میں کچھ ہیں پتھر ہاتھ میں
ازبسکہ خوف ناک ہوں جور فلک سے میں　ڈرتا ہوں آسمان سمجھ کر حباب کو
غالب ہے نازاں کا ہمارے نیاز پر　سو گالیاں ہمیشہ سنیں اک دعا کے ساتھ
وہ مکدر ہوا ہے دل اس کا　کوئی صورت نہیں صفائی کی
ڈوب جانے میں کیا رہا باقی　آپ سے جبکہ آشنائی کی

اسفان

اسٹیفن یا اسٹیونس (Stephen or Stevens.) نام اسفان تخلص دہلی میں پیدا ہوئے ان کے باپ یوروپین تھے بچپن سے اسفان کو اردو شاعری سے دلچسپی تھی اور ہمیشہ شعراؤ علماء کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے اسفان کا سنہ پیدائش یا سنہ وفات

معلوم نہ ہو سکا لیکن اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ ۱۸۰۲ء میں زندہ تھے۔ ذکا نے ان کو اپنے خاص دوستوں میں شمار کیا ہے نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

خط کا یہ جواب آیا لکھا جو کبھی پھر خط | کر ڈالوں گا اک دم میں ترے آن کے پرزے

اسیر البتھرز (Balthusar) نام اسیر تخلص۔ اردو کے بہت اچھے شاعر اور شاہ نصیر کے نامی شاگردوں میں تھے شمرو صاحب فرانسیسی کے بیٹے ظفر یاب خان صاحب کے خاص دوستوں میں تھے اسیر نہایت شجاع اور قوی آدمی تھے نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

شمع فانوس میں در پردہ جلی ہے دیکھو | شعلۂ آہ نکالے ہے جگر سے باہر

ہم اس آئینہ رو کے ہجر میں یوں زیست کرتے ہیں | کہ سکتے کی سی حالت ہے نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

ایرن ایرن جیکب (Irene Jacob) نام ایرن تخلص گورکھپور (صوبجات متحدہ) میں سکونت پذیر تھے اردو شعر و سخن کے ساتھ ان کی طبیعت کو خاص لگاؤ تھا ریاض خیر آبادی سے تلمذ تھا اس سے زیادہ کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

ترا تیر دل سے جدا ہو رہا ہے | یہ ظلم اور کیا ناز کیا ہو رہا ہے
یہ کیا چپکے چپکے شکایت ہے اے دل | خبردار کس کا گلہ ہو رہا ہے
لگی چوٹ ایرن کے دل پر یہ کیسی | کہ ہر وقت ذکر خدا ہو رہا ہے

ہاتھ میں سبحہ ہے لب پر ہے ترا نام اے بت | بس یہی دین ہے میرا یہی ایمان مرا
خبر اس کی نہیں کیا ہو گیا دل | مگر یہ یاد ہے پہلو میں تھا دل

۱؎ خوب چند ذکا دہلوی نے اپنے استاد اور آقا میر نصیر الدین نصیر عرف کلو کی فرمائش پر اردو شعراء کا ایک تذکرہ ۱۷۹۶ء اور ۱۸۳۲ء کے درمیان میں ۳۶ سال میں تالیف کیا تھا جس کا نام عیار الشعراء ہے یہ ہزار صفحہ کا تذکرہ ہے ڈاکٹر اسپرنگر کے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ تھا۔ ذکا نے ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی ۱۲ ۲؎ شاہ نصیر الدین دہلوی تخلص نصیر عرف میاں کلو شاگرد میر محمدی مائل۔ دیوان چندو لال کے دور حکومت میں حیدرآباد دکن کو گئے چار مرتبہ حیدرآباد گئے اور آئے چوتھے مرتبہ حیدرآباد میں انتقال کیا اور احاطہ قاضی مخدوم (درگاہ حضرت موسیٰ شاہ صاحب قادری قریب پل قدیم) میں دفن ہوئے صاحب دیوان تھے ۱۲ ۳؎ نواب ظفر یاب خان تخلص صاحب کو سردھنہ کی مشہور شمرو بیگم نے گود لیا تھا دہلی میں سکونت تھی۔ اردو شعر اچھا کہتے تھے ۱۲ ۴؎ سید ریاض احمد ریاض خیرآبادی شاگرد منشی امیر احمد امیر مینائی آپ کا شمار زمانہ حال کے مشہور شعرا میں ہوتا ہے آپ نے ۱۸۹۹ء میں خیرآباد سے "ریاض الاخبار" نکالا تھا جو پندرہ سولہ برس جاری رہ کر بند ہو گیا اسوقت ریاض بقید حیات ہیں اور ان کی عمر ۶۰ سال سے زیادہ ہے ۱۲

محبت سے رکھنے کے قابل یہی ہے — حسیں جس پہ مائل ہوں وہ دل یہی ہے
مرے بُت سے اچھی یہی حورِ جنت — مگر پیار کرنے کے قابل یہی ہے
نکلتی کس طرح ہے دیکھ جائیں جان بسمل کی — نظارہ ہو دمِ آخر بر آئے آرزو دل کی
ستم ایسا نہ کرے باغباں فصلِ بہاری میں — گرائیں بجلیاں ایسا نہ ہو آہیں عنادل کی

شکر | ڈانیال سترطیس تھنل گارڈنر نام شکر تخلص ضلع ایٹہ میں رہتے تھے ان کے بزرگوار سرکار انگریزی میں معزز عہدوں پر کارگزار رہے تھے۔ پہلے فنا کے شاگرد تھے اس کے بعد مرزا عباس حسین[1] ہوش لکھنوی سے مشورہ سخن کرنے لگے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

زمیں ہے اس جگہ نے آسماں ہے — تعالی اللہ کہاں اپنا مکاں ہے
زمین و آسماں کے درمیاں ہے — معلق مرغِ دل کا آشیاں ہے
اٹھا لوں کوہِ غم مثلِ پر کاہ — مگر سر دوش پر بارِ گراں ہے
ہوا گردش سے ثابت بعد تحقیق — زمیں کہتے ہیں جس کو آسماں ہے
لحد میں کیوں ٹکے لے جانے والو — عدم کی راہ میں منزل کہاں ہے
یہ بجلی تیرے دانتوں کا ہے پرتو — یہ بادل میری آہوں کا دھواں ہے

دعائیں ہوویں کارگر رفتہ رفتہ — ہوا مدتوں میں اثر رفتہ رفتہ
تڑپتے تڑپتے شبِ غم کٹی ہے — ہوئی ہے خوشی کی سحر رفتہ رفتہ
بلا آ نہ جائے کہیں میرے سر پر — چلی زلف پھر تا کمر رفتہ رفتہ
نہیں سرخ آنسو یہ رک رک کے آتے — نکلتے ہیں لختِ جگر رفتہ رفتہ

شور | جارج برنس شور (George Burns Shore) نام شور تخلص علیگڈھ میں

---

[1] مرزا عباس حسین تخلص ہوش لکھنو کے رہنے والے ہیں آفتاب الدولہ ارشد علی خان قلق لکھنوی کے شاگرد ہیں ۱۲

رہتے تھے فارسی۔ اردو میں اچھی مہارت تھی۔ صاحب تذکرۃ الشعراء منشی کریم الدین[1] اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ۱۲۶۱ ہجری (۱۸۴۴ء) میں میرے مکان پر مشاعرے ہوا کرتے تھے ان مشاعروں میں پڑھنے کے لئے شور اپنی غزلیں اکثر بھیجا کرتے تھے شور کے دو اردو دیوان چھپ گئے ہیں لیکن نایاب ہیں دونوں دیوان ممتاز المطابع میرٹھ میں چھپے ہیں سنہ طبع ۱۸۷۸ء ۱۲۹۵ھ ہے دوسرا دیوان ۲۲۶ صفحوں پر مشتمل ہے نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

دیر و حرم میں تو نہ دے ترجیح زاہدا — سر جس طرف جھکا یا وہی سجدہ گاہ تھی
عاجز تھا اپنی جان سے ایسا تو مریض — دیکھے سے جس کے حالت عیسیٰ تباہ تھی
بل بے یہ بیخودی کہ خودی سے بھلا دیا — ورنہ یہ زیست مرگ کی اپنے گواہ تھی

شہزادہ مسیحی شہزادہ مسیحی (Christian Prince) نام تخلص شہزادہ ان کے بزرگ فرانسیسی تھے جو عہد اکبر شاہ میں ہندوستان آئے تھے شہزادہ مسیحی رومن کیتھولک تھے اور ۱۸۱۶ء میں کونسل بھوپال ایجنسی کے ممبر تھے کہتے ہیں کہ اردو زبان میں اچھی مہارت تھی اردو شاعری کا ذوق بہت اچھا تھا طبیعت اچھی پائی تھی۔ اردو شعر بہت اچھے کہتے تھے افسوس کہ کسی تذکرہ میں ان کے کلام کا نمونہ نہ ملا۔

صاحب الوسیس رین ہارڈٹ (Aloyus Reinhardt) نام صاحب تخلص تھا ان کا خطاب نواب ظفریاب خان مظفر الدولہ تھا اور اسی نام سے مشہور تھے سردھنے کی مشہور بیگم شمرو[2] ملقب بہ زینت النساء کے فرزند تھے مسلمانوں کا لباس پہنتے تھے اور ان کی طرز معاشرت بالکل اہل اسلام کی طرح تھی ان کی اردو شاعری کی بہت شہرت تھی ان کے اشعار کو بہت مقبولیت حاصل تھی دہلی میں ان کے مکان پر مشاعرے ہوتے تھے شہر کے

---

[1] منشی کریم الدین پانی پت کے رہنے والے تھے ۱۸۵۲ء میں ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ان کا تذکرہ شعرائے اردو بہت مشہور ہے ۱۲
[2] بیگم شمرو عرف زینت النساء ایک عرب مسلمان کی بیٹی تھی اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور جنرل سومبر سے شادی کر لی تھی اپنے شوہر کے وفات کے بعد وہ سردھنے کی نگراں ہوئی۔ بیگم شمرو نے ۲۷ جنوری ۱۸۳۶ء کو وفات پائی ۱۲

ممتاز اور مشہور شعراء ان مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان مشاعروں کے بڑے چرچے تھے نواب سرور[1] بھی برابر شریک ہوا کرتے تھے جن کے مشہور تذکرۂ شعراء سے یہ حالات معلوم ہوئے ہیں۔

صاحب خیراتی خاں دلسوز[2] کے شاگرد تھے علم موسیقی اور مصوری میں اچھا دخل رکھتے تھے، آپ نے عین عالم شباب میں ۱۸۲۷ء میں وفات پائی نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:۔

نظر آیا مجھے شب بام پہ پیارا اپنا — بارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا اپنا
ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس — یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

صاحب مسٹر جوہانس (Johann) نام صاحب تخلص شعر بہت اچھا کہتے تھے میر وزیر علی صبا[3] کے شاگرد تھے اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:۔

دیکھنا توڑ کے وحشت میں نکل جاؤں گا — مجھ کو پہناتے ہو زنجیر پہ زنجیر عبث

صاحب جارج فانتوم نام صاحب تخلص ان کے والد کا نام کپتان برنارڈ فانتوم تھا یہ فرانسیسی الاصل تھے ان کے والد نواب نظام الملک والی دکن کی سرکار میں فرانسیسی فوج کے کپتان تھے۔ موسیو ریمو دکن کی فرانسیسی فوج کے افسر اعلیٰ ان کے رشتہ دار تھے۔ سنہ ۱۸۱۶ء میں پنشن لیکر بقیہ عمر امراء و رؤسائے ہند کے علاج معالجہ میں بسر کی صاحب کے والد کا انتقال سنہ ۱۸۴۵ء میں ہوا۔

صاحب کا سنہ پیدائش معلوم نہیں لیکن اتنا معلوم ہوا ہے کہ سنہ ۲۹ء میں وہ زندہ تھے اور ان کی عمر پچاس برس سے زیادہ تھی ان کا آبائی تعلق ریاست رامپور سے تھا صاحب نے

---

[1] اعظم الدولہ نواب میر محمد خان تخلص سرور شاگرد محمد جان بیگ سامی کے تھے عمدۂ منتخبہ کے نام سے شعرائے اردو کا ایک تذکرہ لکھا ہے صاحب دیوان ہیں سنہ ۱۲۵۱ ہجری میں انتقال کیا ۱۲
[2] خیراتی خان دلسوز قوم افغان باشندہ قصبہ ٹیل مقیم دہلی شاگرد نصیر۔ نواب ظفریاب خان خلف مسٹر شمرو کی صحبت میں رہتے تھے۔ جے پور میں انتقال کیا ۱۲
[3] میر وزیر علی صبا ولد میر بندہ علی لکھنوی کی پیدائش لکھنؤ میں ہوئی خواجہ آتش کے نامی شاگردوں میں تھے ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے جس کا نام غنچۂ آرزو ہے سنہ ۱۲۷۱ ہجری میں گھوڑے سے گر کر انتقال کیا ۱۲

حافظ شیرانی طالب مولوی محمد نور الاسلام اور مولوی محمد حفظ اللہ سے فارسی اور عربی کتابیں پڑھی تھیں۔ شعر و سخن میں میر نجف[1] علی شفقت سے مشورہ لیتے تھے اردو، فارسی دونو زبانوں میں شعر کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے۔ صاحب کے علاوہ کبھی کبھی حزیں بھی تخلص کرتے تھے نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

یہ آرزو ہے ترے آنے کی مجھے اے شوخ | کہ جھوٹے وعدوں پہ بھی انتظار باقی ہے

امید صبح وصال صنم نماند مرا | شب فراق بروز سیہ نشاند مرا
گر دوست مرا دوست ندارم چہ کنم | بر حال من ار رحم نیارد چہ کنم
راضی برضائے دوست باش ای حزیں | تحریر ازل نمی شود رد چہ کنم

بسا جواہر خوش آب در تہ دریا | فتادہ است کہ کس ہیچ ازاں ندارد یاد
بسا گل کہ دمیدہ است و کس ندیدآں را | کہ بوئے خویش بویرانہ میدہد برباد

طوماس

جان تھامس (نام طوماس تخلص) تھا۔ عام طور پر خان صاحب کے نام سے مشہور تھے ان کے باپ کا نام جارج[2] تھامس عرف جہازی صاحب تھا طوماس پہلے ہانسی میں رہتے تھے ۱۸۰۲ء میں دہلی چلے آئے اور آخر دم تک یہیں کے ہو رہے۔ اردو شعر کہنے میں اچھی مشق بہم پہنچائی تھی۔ دہلی کے مشہور شعرا میں شمار کئے جاتے تھے، شاہ نصیر[3] سے تلمذ تھا نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

---

[1] سید نجف علی شفقت ولد یار محمد شاہ درگاہی صاحب کے خلیفہ تھے شاہ نصیر کے شاگرد تھے رامپور میں رہتے تھے ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۱ ہجری میں ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی ۱۲ [2] جارج تھامس قوم آئرش سے تھا انگریزی فوج کے ساتھ ملاح کی حیثیت سے ہندوستان میں آیا تھا۔ بعد میں بیگم شمرو کی فوج میں ملازم ہوگیا۔ بڑا بہادر تھا اس نے دو موقعوں پر بڑی بہادری دکھائی تھی ایک موقع پر گوکل گڑھ میں بادشاہ شاہ عالم کی جان بچائی تھی اور دوسرے موقع پر جبکہ ۱۷۹۲ء میں نواب ظفریاب خان نے اپنی ماں کے خلاف بغاوت کی تھی تو بیگم شمرو کو اس موقع پر بڑی بہادری سے بچایا تھا ۱۲ [3] شاہ نصیر الدین نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل ۱۲

سو دلہے زلف یوسف ثانی کا اس قدر ‏ روتے ہیں ہم کھڑے سر بازار زار زار

فراسو ‏ فران کوئس گوٹینس (نام فراسو)

تخلص تھا ان کے والد کا نام آگسٹن تھا جو فرانسیسی تھے اور بیگم شمرو کے ہاں ملازم تھے فراسو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ بیگم شمرو کے درباری شعرا میں سب سے زیادہ ممتاز تھے ان کی شاعری کی بہت شہرت تھی ان کے تصانیف کثیر التعداد ہیں ان کا دیوان جو عرصے سے نایاب تھا حال میں اس کا ایک نسخہ دہلی میں ملا ہے جو اس وقت لالہ سری رام صاحب[له] دہلوی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ فراسو کی دیگر تصانیف کا پتہ نہیں ہے۔ خیراتی خان دلسوز سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:-

ہے خواب میں دیکھا تو نظر بھی ہیں گے ‏ قسمت سے نہ گر خواب کی تعبیر الٹ جائے
پھبتا ہے کیا ہی تجھ کو اے یار مسکرانا ‏ تک واسطے خدا کے یکبار مسکرانا
غنچوں کو اے ستمگر تیرے دہن کے آگے ‏ ہنسنا تو یک طرف ہے دشوار مسکرانا
ہاتھوں نے نہ ایک تار گریباں میں چھوڑا ‏ پاؤں نے نہ اک خار بیاباں میں چھوڑا
دم خفا مجھ سے ہوا اور میں خفا دم سے ہوا ‏ رفتہ رفتہ یہ مرا حال ترے غم سے ہوا
مجھ کو کہتے ہیں بڑا ڈھب ہی تجھے یاری کا ‏ سوچنا طور ذرا آپ کی عیاری کا
یوں دل آوارہ اپنا لے فراسو گم ہوا ‏ مرغ وحشی جیسے ہوئے آشیانے سے جدا
جو آپ کی دوری میں دل پر میرے غم گزرا ‏ فرہاد پہ کم گزرا مجنوں پہ بھی کم گزرا
تمہارا رات فراسو کا مہمان وہ شیریں لب ‏ کیا کہئے مزا اس سے جو کچھ کہ بہم گزرا
نہ تخت روم کی خواہش نہ ملک شام لیتے ہیں ‏ تمہارے نام کو ہم صبح سے تا شام لیتے ہیں
گاتے ہیں قول معرفت مرغ چمن علی الصباح ‏ ہلتے ہیں آکے وجد میں سرو چمن علی الصباح

له لالہ سری رام ایم اے دہلوی رائے بہادر مدن گوپال صاحب بیرسٹر و رئیس دہلی کے فرزند ہیں آپ نے سالہا سال کی محنت سے اردو کے شعرائے ماضی و حال کا ایک تذکرہ لکھا ہے جس کا نام تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید ہے اس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں بقیہ زیر تالیف ہیں ۱۲

رکھ اس کے تصور میں سدا دیدۂ تر بند
لازم ہے کہ کاشانۂ خلوت کا ہو در بند

اپنے تو بخت سکندر یہ فراسومت اکڑ
دیکھ ذلت مر گیا آخر کو دارا کھینچ کر

قدرت نہیں جو آؤں تمہارے پلنگ پر
جب تک نہ تم بلاؤ کہ آرے پلنگ پر

جس کے لئے بچھائے ہیں پھولوں کی سیج زور
وہ گل کبھی نہ آیا ہمارے پلنگ پر

اے دلِ مضطر تو زیر خاک نالوں کو نہ چھیڑ
چین سے اب تو عدم کے سونیوالوں کو نہ چھیڑ

اے فراسو سن بقول شخص کیا ہے فائدہ
دم میں خوش دم میں خفا ہو جانیوالوں کو نہ چھیڑ

قاصد یہ کہیو اس بتِ مغرور سے الگ
کب تک رہو گے عاشق رنجور سے الگ

یار سے دور ہو گئے ہیں ہم
سخت رنجور ہو گئے ہیں ہم

جلتے دل کو فراسو کر کے سیر
موسی طور ہو گئے ہیں ہم

اک جو ملے مجھ سے تو یار ہے اور میں ہوں
اس وعدہ خلافی کی تکرار ہے اور میں ہوں

وہ دل مرا مانگے ہے میں وصل کا طالب ہوں
انکار ہے اور وہ ہے اقرار ہے اور میں ہوں

وہ دن گئے جب تیرا دیدار تھا اور میں تھا
اب روبرو آنکھوں کے دیوار ہے اور میں ہوں

کہوں میں دل کے تڑپنے کی کیا حقیقت آہ
خدا کسی کو دکھائے نہ اضطراب کے دن

ہم خاک ہوئے تو بھی در سے نہ ٹلے تیرے
الفت اسے کہتے ہیں چاہت کی یہ معنی ہیں

آباد ایک روز نہ دیکھا کبھو اسے
کیا اسے کے میں کردں دل خانہ خراب کو

یوں ہم آغوش ہوں پری کے ساتھ
جس طرح جسم ہووے جی کے ساتھ

فلاطون بنجمن جانسٹن نام فلاطون تخلص تھا عام طور پر ڈاکٹر بینی صاحب کے نام سے مشہور تھے حیدرآباد دکن میں ملازم تھے ڈاکٹری علاج معالجہ میں بڑا نام پیدا کیا تھا اب تک بھی حیدرآباد دکن کے باشندوں کی زبان پر ان کا نام ہے ان کے والد فوج میں کپتان کے عہدہ پر تھے۔ فلاطون کو اردو و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی اردو بہت فصیح بولتے تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں امیر اللہ احمد امیر مدراسی کے

شاگرد تھے، اردو میں مرزا مہدی حسین خاں سے تلمذ تھا۔ ۱۸۶۰ء میں ان کی عمر پچاس برس کی تھی۔ نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:۔

کیوں خزاں میں سر پٹک کر مر نہ جائے عندلیب　　ہے بقائے گل سے وابستہ بقائے عندلیب
جوش گل سے کم نہیں کچھ بلبلوں کا بھی ہجوم　　ٹہنی ٹہنی پر نظر آتی ہے جائے عندلیب
کیا کرے گلشن سے اس کا آب و دانہ اٹھ گیا　　دام میں خود پھنس گئی بیٹھے بٹھائے عندلیب
شاہد گل صاحب زر ہے چلے گا کچھ نہ زور　　اس کی آنکھوں میں ہے کیا مرگ نوائے عندلیب
جان دے کر عشق گل میں سو گئی آرام سے　　درد بے درماں ہوا آخر دوائے عندلیب

پر درد دل ز عالم خاکی صفا طلب　　ایں آئینہ ز صورت آئین ما طلب
پرس از صبا ز حال دل چاک ما　　اے گل ز آشنا خبر آشنا طلب

مقتول

(اگسٹن ڈی سلویرا) نام مقتول تخلص تھا۔ پرتگیزی النسل تھے۔ آگرہ میں قیام تھا اردو شعر اچھا کہتے تھے مرزا عنایت علی[1] ماہ کے شاگرد تھے نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

نکالوں کس طرح پہلو سے ٹکڑا اس کے پیکاں کا　　کہ مدت میں گزر دل میں ہوا ہے آج مہماں کا
گہے دماغ میں ہے گاہ دل میں گاہ لب پر　　بھٹکتی پھرتی ہے گھبرائے جسم زار میں روح
عجب تیرے کشتے کا دیوانہ پن ہے　　نہ ثابت لحد ہے نہ تار کفن ہے

واکر

(واکر) نام واکر تخلص تھا قوم انگریز کلکتہ میں رہتے تھے۔ اردو زبان بہت صاف بولتے تھے۔ شعر بھی کہتے تھے نمونہ کلام یہ ہے:۔

نہ شعلہ ہے تن نور ہے بلور کی ہڈی　　کیوں رشک سے تیرے نہ جلے حور کی ہڈی
اے طالب دنیا تجھے عبرت نہیں آتی　　کھائی دہن خاک نے فغفور کی ہڈی
گر راست ہو قسمت تو ہمیں باعث دولت　　مشہور ہے کج پاؤں میں تیمور کی ہڈی

---

[1] مرزا عنایت علی بیگ ماہ لکھنؤ کے باشندے تھے لیکن اکبر آباد میں سکونت اختیار کی تھی۔ خواجہ آتش کے شاگرد اور صاحب دیوان ہیں ۱۲

تاثیر دم سرد کی ظاہر ہوی جب سے
تن ہو گیا یخ بن گئی کافور کی بٹی

ڈائس سومبر | ڈائس سومبر (   ) کے باپ کا نام جارج

لے ڈائس تھا۔ ڈائس سومبر کو بیگم شمرو نے گود لیا تھا۔ بیگم شمرو کی وفات ۱۸۳۶ء میں واقع ہوی بیگم کے مرنے کے بعد ڈائس سومبر تمام اسٹیٹ کے مالک قرار پائے لیکن بعد میں انکو ملکی حقوق سے محروم کر دیا گیا اور وہ آخر دم تک لڑتے رہے۔

ان کی تعلیم دہلی کالج میں ہوی تھی وہ فارسی کے بہت بڑے ادیب تھے اسلامی لٹریچر سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔ اردو بہت صاف اور فصیح بولتے تھے۔ اردو شعر بلا تکلف کہا کرتے تھے افسوس کہ نمونہ کے لئے ان کا ایک شعر بھی کسی تذکرے میں دستیاب نہیں ہوا مجبوراً صرف حالات پر اکتفا کرنا پڑا۔ بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈائس سومبر ابتدائے عمر ہی میں انگلستان چلے گئے تھے اور جو کچھ اپنا اردو کلام تھا ساتھ لے گئے تھے اور پھر انگلستان سے واپس نہیں آئے۔

ملکہ | اینی (   ) نام ملکہ تخلص تھا۔ ان کے باپ کا نام مسٹر ولاکر تھا جو کلکتہ پولس میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور ۱۸۵۷ء میں زندہ تھے قوم انگریز سے تھے ملکہ کو موسیقی میں اچھا دخل تھا۔ کبھی کبھی اردو شعر کہتی تھیں مولوی عبد الغفور نساخ[1] سے تلمذ تھا آخر عمر میں مشرف بہ اسلام ہوگئی تھیں۔ کلکتہ میں سکونت تھی۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:-

ہو گئی نیند بھی ہمسایہ کو تا صبح حرام
میں نے نالہ جو کسی رات سر شام کیا

آہ و زاری نہیں سنتے بخدا راتوں کو
اس صنم کو ملکہ نے ہی مگر رام کیا

ہجر میں دل کو بیقراری ہے
جوش فریاد آہ و زاری ہے

آنکھیں پتھرا کے ہو گئیں ہیں سفید
کسی بت کی جو انتظاری ہے

---

[1] عبد الغفور خان نساخ کلکتہ میں رہتے تھے۔ "سخن شعراء" کے نام سے اردو شعراء کا ایک بہت اچھا تذکرہ لکھا ہے۔ صاحب دیوان ہیں۔ ان کا کلیات چھپ گیا ہے۔

شائق جان فانتھم نام شائق تخلص تھا ان کے والد جارج فانتھم فرانسیسی تھے مختلف فوجی عہدوں پر مامور رہنے فنون سپاہ گری میں طاق تھے ۱۸۴۵ء میں زندہ تھے ایک مدت تک جرتپور میں رہے اور وہیں وفات پائی چونکہ ان کے والد کا توسل ریاست رامپور سے تھا اس لئے ان کی نشو و نما بھی وہیں ہوی۔ اردو فارسی کی تعلیم بھی رامپور ہی میں پائی نمونہ کلام یہ ہے :-

کیا کیا جفائیں ہم نے سہیں تیرے واسطے
جور رقیب و منت دربان و طنز غیر

جمعیت مسز آرچپٹن نام جمعیت تخلص تھا ان کے شوہر کا نام میجر آرچپٹن تھا آگرہ میں قیام تھا۔ اردو فارسی بقدر ضرورت جانتی تھیں نمونہ کلام یہ ہے:-

اس واسطے رہتی ہوں میں مضطر کئی دن سے
روٹھا ہے ہمارا جو وہ دلبر کئی دن سے
رہتا ہے خفا مجھ سے جو دلبر کئی دن سے
مقسوم کی خوبی ہے یہ قسمت کا ہے احساں
کوئی نیکی نہ بن آئی اسی کی شرمساری ہے
خدا کے روبرو جانا ندامت مجھ کو بھاری ہے

خفی خفی تخلص بلیک صاحب بہادر کی دختر تھیں شعر گوئی میں مشہور تھیں زیادہ حال معلوم نہیں ہوا نمونہ کلام یہ ہے :-

جن سے ہم آشنائی کرتے ہیں
ہم سے وہ بیوفائی کرتے ہیں
اے خفی اپنے اشک بے تاثیر
مفت میں جگ ہنسائی کرتے ہیں

خود شوق اسیری سے پھنسی دام میں صیاد
شرمندہ تیرے ایک ہی دانہ کے نہیں ہم

تمت

ضمیمہ

شکر اور شور صاحبان کا کچھ کلام طباعت تذکرہ کے بعد دستیاب ہوا تھا جو آخر میں بطور ضمیمہ کے درج کر دیا گیا۔

• حکیم محمد فصیح الدین صاحب رنج نے سنہ ۱۲۶۴ھ میں شاعرہ عورتوں کا ایک تذکرہ موسوم "بہارستان ناز" لکھا تھا جس کا تیسرا ایڈیشن سنہ ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوا ہے مسٹر جارج شور نے اس کی تاریخ لکھی تھی جو تذکرۂ مذکور کے صفحہ ۱۱۳ پر درج ہے تاریخ مذکور حسب ذیل ہے:۔

چھپا یہ تذکرہ پھر تیسرے بار — مؤلف جس کا رنج باہنر ہے
پئے تاریخ ہاتف نے کہا شور — کہ یہ بھی کیا بہار تازہ تر ہے

ڈانیال گارڈنر صاحب شاکر کی حسب ذیل دو غزلیں رسالہ گلدستہ ناز میں طبع ہوئی ہیں:۔

کیا خوف دل کو ہو مرے روز شمار کا — ہوں معتقد میں رحمت پروردگار کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا — ہو کیا قرار ہستی ناپائیدار کا
جینا ہوا محال ترے جاں نثار کا — اے صبر ہاتھ ٹوٹ گیا اختیار کا
اے گل شگفتگی تری کیا آنکھ میں سمائے — عالم نظر میں ہے لب خنداں یار کا
مضمون آتشیں سے کبوتر کے پر جلیں — لے جائے نامہ کون تجھ بیقرار کا
رتبہ ہے خاکساروں کا مرنے پہ بھی بلند — گنبد بنا ہے قبر پہ دل کے غبار کا
مہندی شب وصال لگائی ہے یار نے — گل ہو گیا چراغ شب انتظار کا
زہرہ ہے آب آب ندامت سے ابر کا — طوفاں بپا ہے خلق میں چشمان تر کا